

رسائل و مسائل

دیہات میں نماز جمعہ اور مسلک حنفی

ذی الحجہ کے پرچے میں سلسلہ اشارات علمائے کرام کو دو مسائل کی طرف بطور خاص توجہ دلائی گئی تھی، یعنی خطبہ جمعہ کی زبان، اور دیہات میں اقامت جمعہ۔ ان میں سے دوسرے مسئلے کے متعلق میرے پاس دو بزرگوں کی تحریریں آئی ہیں جو بحسنہ درج ذیل ہیں:

(۱) ”جمعہ فی القریٰ کے متعلق صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اصل مسئلہ میں تو کافی گنجائش ہے۔ آخر سوائے حنفیہ کے دوسرے حضرات کا مسلک ہی ہے۔ لیکن حنفیہ کے مذہب کی یہ تعبیر سمجھ میں نہیں آئی۔ اہل قریٰ پر جمعہ کی عدم فرضیت ان کا کھلا ہوا مسلک ہے۔ اس کے متعلق اگر کوئی خاص تحقیق ہو تو بشرط فرصت مطلع فرمائیں“

(۲) ”جمعہ اور اسکے خطبات اور دیہات میں جمعہ فرض ہونے کا جو فتویٰ دیا ہے وہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اور ہماری سمجھ میں مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب پر منطبق نہیں، کیونکہ ہر مذہب میں جمعہ کیلئے کچھ کچھ شرائط ہیں۔ موجودہ غیر مقلدین کی رائے البتہ وہی ہے جو مدیر ترجمان القرآن نے اختیار کی ہے“

اس باب میں کچھ عرض کرنے سے پہلے ایک بات صاف کر دینا ضروری سمجھتا ہوں میری حیثیت ایک معاند کی نہیں ہے جو دلائل شرعیہ سے بے پروا ہو کر محض اپنی رائے سے امور دینی میں ایک مسلک اختیار کر لیتا ہو، اور اہل علم کی حجوتوں کا جواب مکابہ سے دیتا ہو۔ بلکہ میں ایک طالب علم ہوں۔ اپنی حد استطاعت تک مسائل کی تحقیق کرنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچتا ہوں اسکا اظہار بے کم و کاست کر دیتا ہوں۔ اور اگر میری رائے کے خلاف حجت قائم ہو جائے تو اس سے رجوع کیلئے بھی ہر وقت تیار رہتا ہوں۔ جمعہ فی القرئی کا مسئلہ چھیڑنے سے میرا مقصد کسی فتنے کا دروازہ کھولنا نہیں ہے۔ دراصل حالاتِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے بن محسوس کر رہا ہوں کہ اسوقت اس مسئلے کی چھان بین کر کے صحیح حکم شرعی معلوم کرنیکی سخت ضرورت ہے، اسلئے میں علمائے کرام کو اسکی طرف توجہ دلائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جن بزرگوں کو اللہ نے علمِ شریعت دیا ہے وہ بھی مسئلے کی اہمیت کو محسوس فرمائیں اور اپنی تحقیق سے مجھے اور عام مسلمانوں کو استفادہ کا موقع دیں۔ البتہ چونکہ مسئلے کو چھیڑنے کا باعث میں خود ہوں، اسلئے اپنی تحقیق کو واضح طور پر بیان کرنا مجھ پر لازم ہے۔

جمعہ فی القرئی کے مسئلے پر اس سے پہلے ترجمان القرآن میں مفصل بحث کی جا چکی ہے جو محرم ۱۳۵۷ کی اشاعت میں درج ہوئی تھی۔ مگر اسوقت بحث کی بنا زیادہ تر آثار و سنن اور قیاس شرعی پر تھی، اس بنا پر غالباً بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا کہ میں مسلک حنفی سے منحرف ہو کر خود ایک مجتہدانہ (جسے عرف عام میں غیر مقلدانہ کہا جاتا ہے) رائے ظاہر کر رہا ہوں لہذا اب میں چاہتا ہوں کہ صرف مسلک حنفی کے مطابق اپنے دلائل بیان کر دوں۔ ہمارے سامنے چار امور تنقیح طلب ہیں، جنکے تصفیہ پر اس مسئلے کے تصفیہ کا مدار ہے:

(۱) جمعہ کی فرضیت کیسی ہے؟

(۲) جمعہ کی شرائط کیا ہیں اور کس نوعیت کی ہیں؟

(۳) کیا ان شرائط میں کبھی ترمیم ہوئی ہے، اور کسی مزید ترمیم کی گنجائش بھی ہے؟

(۴) اور کیا یہ جائز ہے کہ اس فرض کو ادا کرنے کے لیے ایک ایسا نظام اختیار کیا

جاسکے جو فقہائے حنفیہ کے فتاویٰ سے چاہے مختلف ہو، مگر انکے اصول کے خلاف نہ ہو؟

میں ان چاروں تنقیحات پر ترتیب وار بحث کرونگا۔

فرضیت جمعہ | تمام علماء امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ جمعہ فرض عین ہے۔ فقہاء حنفیہ بھی اس

اجماع میں شریک ہیں۔ چنانچہ علامہ سرخسی اپنی کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں:

”و جمعہ از روئے کتاب و سنت فرض ہے..... اور اس کی فرضیت

پر امت کا اجماع ہے“ (رج ۲ ص ۲۲)

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں:-

”و جمعہ ایک ایسا فرض ہے جسکو محکم کرنے والی چیز کتاب اور سنت اور

منکر کے کفر پر امت کا اجماع ہے“ (رج ۱ - ص ۴۰)

پھر نہایت تفصیل کے ساتھ دلائل فرضیت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”و ہم نے فرضیت کے باب میں ایک طرح کے طول کلام سے اس لیے کام لیا کہ

بعض جاہلوں کے متعلق سننے میں آیا ہے کہ وہ جمعہ کی عدم فرضیت کا خیال

مذہب حنفی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کو یہ غلط فہمی دراصل قدوری

کے اس قول سے ہوئی جس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے، کہ ”جس نے

جمعہ کے روز بغیر کسی عذر کے گھر سے پڑھنے کی نماز پڑھ لی اسکی نماز تو ہو گئی مگر

ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اس قول میں مکروہ سے مراد دراصل حرام ہے، اور نماز ظہر کے صحیح ہونے کا جو مطلب ہے، وہ ہم آگے بیان کریں گے۔ بہر حال ہمارے اصحاب (حنفیہ) نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جمعہ کی فرضیت، ظہر کی فرضیت سے بھی زیادہ سخت ہے، اور یہ کہ جمعہ کا منکر کا فر ہے“ (ص ۲۰۰)

علاوہ باہر تشریح العنا یہ علی الہدایہ میں لکھتے ہیں:

”ہم کو اتنا مت جمعہ کی خاطر نماز ظہر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ظہر کا محال فرض ہے، اور فرض صرف اسی چیز کے لیے چھوڑا جاسکتا ہے جو اس سے زیادہ فرض ہو“ جلد اول - ص ۲۰۰

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ استنباطی اور اجتہادی واجبات میں سے نہیں ہے، بلکہ فصوص نہریہ نے اسکو مسلمانوں پر فرض کیا ہے، اور اسکی فرضیت اس نوع کی ہے کہ اس سے (یعنی اسکی فرضیت سے) انکار انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ایسے فرض کو مسلمانوں پر سے ساقط کرنے میں سخت احتیاط اور خشیت کی ضرورت ہے۔ اول تو فرض منصوص کو صرف نص ہی ساقط کر سکتی ہے۔ کسی بڑے سے بڑے آدمی کا قول بھی اتنا وزن نہیں رکھتا۔ اسکی بنا پر خدا اور رسول کے مقرر کیے ہوئے فرض کو ساقط کیا جاسکے۔ دوسرے اگر کسی امام یا فقہیہ کے کسی قول سے استقاط فرض کا پہلو نکلتا ہو تو نہایت احتیاط کے ساتھ یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ اسکا مدعا حقیقت میں ہے کیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ جن حالات اور جن وجوہ سے اس پر یہ پہلو اختیار کیا تھا وہ اپنی جگہ درست ہوں، اور ہم وجوہ و احوال سے صرف نظر کر کے مجرّد اسکے الفاظ کی پیروی کرنے میں غلطی۔ استقاط فرض بلکہ انکار فرضیت کی سی خطرناک غلطی۔ کر رہے ہوں۔ تیسرے کسی فرض کو کسی حال یا مقام پر غیر فرض قرار دینے میں صحتی

احتیاط کی ضرورت ہے، اس بدرجہا زیادہ احتیاط کی ضرورت اسے ممنوع اور حرام اور گناہ قرار دینے میں برتنی چاہیے۔ فرض منصوص اور حرمت و معصیت کے درمیان بہت بڑی مسافت ہے۔ اس مسافت کو قطع کرنے کے لیے بڑی محکم سواری کی ضرورت ہے مگر زور سواروں کے بل پر جو شخص اس راہ میں اترے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔

شرائط جمعہ | اب دیکھنا چاہیے کہ جمعے کی وہ شرائط جنکے فقدان سے فرض کے سقوط کا حکم لگایا جاسکتا ہے، کون کون سی ہیں، اور انکی کیا نوعیت ہے۔

جمعہ کی شرائط دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو مصلیٰ کی ذات میں پائی جانی چاہئیں دوسری وہ جو خارج میں متحقق ہونی چاہئیں۔

پہلی کی قسم کی شرائط یہ ہیں کہ مصلیٰ مقیم ہو، مسافر نہ ہو۔ آزاد ہو، مملوک نہ ہو۔ مرد بالغ ہو، بچہ یا عورت نہ ہو۔ صحیح و تندرست ہو بیمار یا معذور نہ ہو (المبسوطہ جلد دوم صفحہ ۲۲) ان شرائط کا ماخذ علمائے حنفیہ نے ذیل کی حدیث کو قرار دیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا جو شخص من كان يومئذ بالليل واليوم الآخر اور يوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ فرض فعلیه الجمعہ الا مسافر ومملوك ہے۔ مگر مسافر، غلام، بچہ، عورت اور مریض وصبي وامرأة و مریض۔ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

یہ رعایت جو مسافروں، غلاموں، عورتوں اور مریضوں کے ساتھ کی گئی ہے اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ اگر یہ جمعہ میں شریک نہ ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کسی شخص نے بھی اس کا یہ مطلب نہیں سمجھا کہ انکے لیے نماز جمعہ ممنوع ہے۔ نہ کسی نے یہ کہا کہ اگر وہ شریک جمعہ ہوں تو ترک ظہر کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتیں جمعہ کیلئے

حاضر ہوتی تھیں۔ غلام بھی شریک ہوتے تھے۔ اندھوں کو بھی اگر کوئی ہاتھ پکڑ کر پہنچا دینے والا مل جاتا تو وہ گھرنہ بیٹھے رہتے تھے۔ ان میں سے کسی شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم پر سے جمعہ کا فرض ساقط ہے، تم کو جمعہ کے بجا ظہر پڑھنی چاہیے، ورنہ ترک ظہر کی وجہ سے گناہ گار ہو گے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں :-

وہ وجوب کی شرائط ہیں نہ کہ اداء کی شرائط۔ اگر مسافر اور غلام اور عورت اور مریض نماز جمعہ میں شریک ہو جائیں تو جائز ہوگا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جمعہ پڑھتی تھیں اور ان سے کہا جاتا تھا کہ خوشبو لگا کر نہ آیا کرو، ان لوگوں سے فرض کے سقوط کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس نماز میں کوئی ایسی بات ہے جو ان کی شرکت سے مانع ہو۔ بلکہ صرف ان کو تکلیف سے بچانے کیلئے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اگر یہ اس تکلیف کو برداشت کر لیں تو پھر اداء نماز میں یہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مساوی ہونگے۔“

(درج ۲ - ص ۲۳)

دوسری قسم کی شرائط کو شرائط اداء قرار دیا گیا ہے، یعنی اگر یہ نہ ہوں تو جمعہ ادا ہی نہ ہوگا۔ یہ چھ شرطیں ہیں۔ عصر، وقت، خطبہ، جماعت، سلطان، آؤن عام۔ ان میں سے پہلی شرط یعنی عصر کی شرط ہی یہاں زیر بحث ہے، لیکن اس پر کلام کرنے سے پہلے یہ تحقیق کرنا فروری ہے کہ ان شرائط کی نوعیت کیا ہے۔

ان میں سے بعض شرائط ایسی ہیں جو نصوص قوی و عملی سے صریحاً ثابت ہیں، مثلاً وقت کہ اس کا وقت ظہر ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح خطبہ بھی صریحاً شرط جمعہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں پڑھا اور قرآن میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔

اسی طرح جماعت کا بھی شرائط جمعہ میں سے ہونا ثابت ہے، اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں، اختلاف جو کچھ بھی ہوا ہے، مقدار جماعت میں ہوا ہے۔ اذن عام بھی رسول اکرم اور صحابہ اور ائمہ کے متواتر عمل سے ثابت ہے اور اہم مصالح شرعیہ اسکی مقتضی ہیں۔

بخلاف اسکے مصر اور سلطان کی شرائط ایسی ہیں جن کا ماخذ کوئی نص صریح نہیں ہے، بلکہ زیادہ تر ان کا مدار استنباط و اجتہاد پر ہے، اور اسی لیے ان کا شرط ادا ہونا بھی مختلف فیہ ہے۔ سلطان کی شرط کا ماخذ یہ حدیث ہے:

..... فمن تسر کہا تھا وناؤ استخفافاً پس جس نے جمعہ کو ایک معمولی چیز
بحقہا دلہ امام جائس او عادل فلا سمجھ کر اور اس کے حق کو ہلکا جان کر چھوڑ دیا۔
جمع اللہ شملہ ۲ الا فلا صلاۃ لہ الا درانحالیکہ اس کا کوئی عالم یا تادل امام ہو تو
فلا صوم لہ الا ان یتوب فان خدا اسکی پراگندگی کو دور نہ کر لگاہ جان رکھو کہ نہ اسکی
تاب تاب اللہ علیہ نماز درست نہ اس کا روزہ درست، جب تک

کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اگر توبہ کر لیکے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیکے۔

نیز حضرت حسن بصری کا یہ قول، جسکو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے:

۲ ربع الی الساطان منها چار چیزیں سلطان سے متعلق ہیں جن
اقامة الجمعة والعیدین میں سے اقامت جمعہ و عیدین بھی ہے۔

لیکن یہ حدیث اور یہ اثر دونوں اس باب میں ناطق نہیں ہیں کہ امام یا سلطان کے بغیر اقامت جمعہ جائز ہی نہیں۔ حدیث سے تو صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں اسلامی نظام جماعت قائم ہو وہاں جمعہ کو ترک کرنا اور بھی زیادہ شدید گناہ ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ جس نے مسجد میں چوری کی اس پر خدا کی لعنت۔ اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس شخص کے

نزدیک چوری کا حرام ہونا اس شرط کیساتھ مشروط ہے کہ اس کا ارتکاب سجد میں ہو، بلکہ دراصل وہ ارتکاب فی المسجد کو ایک مزید وجہ شناعیت کی حیثیت سے بیان کر رہا ہے۔ بالکل اسی طرح حضور نے بھی امام مسلمین کی موجودگی، یا بالفاظ دیگر اسلامی نظام جماعت کی موجودگی کو ترک جمعہ کیلئے ایک اور سبب مردودیت کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری احادیث جن میں فرضیت جمعہ کی تاکید آئی ہے، امام کے ذکر سے خالی ہیں، اور دوسری احادیث میں تارک جمعہ کو جتنی توبیح کی گئی ہے، اس حدیث میں اس سے زیادہ توبیح پائی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ اثر بھی جو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے جمعہ کیلئے سلطان کے اشتراط پر دال نہیں ہے۔ اس میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ چار چیزوں کا اہتمام سلطان کو کرنا چاہیے جن میں سے ایک اقامت جمعہ و عیدین ہے۔ اس سے یہ مطلب کیونکر نکالا جاسکتا ہے کہ اگر سلطان نہ ہو تو یہ کام بند رہیں۔ اگر کوئی کہے کہ لڑکی کی شادی کرنا یا پکے کام ہے تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ باپ نہ ہو تو لڑکی بیٹھی رہے۔

یہی مصر کی شرط تو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ:-

لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع
جمعہ اور عیدین مصر جامع کے سوا کہیں
مصر جامع نہ پڑھی جائیں۔

یز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر کہ:-

لاجمعة ولا تشریق ولا نفل
جمعہ اور تشریق اور عید فطر و عید انعی
ولا اضحی الا فی مصر جامع
مصر جامع کے سوا کہیں نہ پڑھی جائیں۔

لیکن مصر جامع کی کوئی تعریف کسی نص سے ماخوذ نہیں ہے۔ میں حتی الامکان پوری جستجو کی، مگر مجھے ابھی تک کسی حدیث یا کسی اثر سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ مصر کی حد کیا ہے۔ فقہائے حنفیہ